(۱)　الصحیفہ الصادقۃ:

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے احادیث کا جو مجموعہ تیار کیا تھا اس کا نام ''الصحیفۃ الصادقۃ'' رکھا تھا۔ یہ دورِ صحابہ کے حدیثی مجموعوں میں سب سے زیادہ ضخیم صحیفہ تھا۔

(۲)　صحیفۂ علی رضی اللّٰہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صحیفہ ان کی تلوار کی نیام میں رہتا تھا اور اس روایت کے متعدد الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دیّات اور معاقل، فدیہ اور قصاص، احکام اہل ذمہ، نصاب زکوٰۃ اور مدینہ طیبہ کے حرم ہونے سے متعلق ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم درج تھے۔ (ابوداؤد، جلد ا صفحہ ۲۷۸)

(۳)　کتاب الصدقہ:

یہ ان احادیث کا مجموعہ تھا جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود املاء کروایا تھا۔ اس میں زکوٰۃ وصدقات اور عُشر وغیرہ کے احکام تھے اور سنن ابی داؤد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عُمّال کو بھیجنے کے لیے لکھوائی تھی۔

(۴)　صحیفۂ عمرو بن حزم رضی اللّٰہ عنہ:

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران کا عامل بنا کر بھیجا تو ایک صحیفہ ان کے حوالے کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مشتمل تھا اور اسے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ (ابوداؤد)

(۵)　صحفِ ابی ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ:

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی تمام مرویات لکھی ہوئی موجود تھیں۔ ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں۔ (مستدرکِ حاکم)

(۶)　صحیفۂ ہمام بن منبّہ رحمۃ اللّٰہ علیہ:

حضرت ہمام بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ہیں۔ امامِ مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں بہت سی احادیث اس صحیفہ کے واسطے سے بھی لائے ہیں۔ اسی طرح مسند احمد بن حنبل میں اس صحیفے کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ (مسند احمد، ج ۲ صفحہ ۳۱۲)

حسنِ اتفاق سے چند سال پہلے اس صحیفے کا اصل مخطوطہ دریافت ہوگیا ہے اس کا ایک نسخہ جرمنی میں برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے، دوسرا نسخہ دمشق کے کتب خانہ ''مجمع علمی'' میں سیرت اور تاریخ کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ان دونوں سے اس کا مقابلہ کیا تو کہیں ایک حرف یا ایک نقطہ میں بھی فرق نہیں تھا۔

ان چند مثالوں سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں کتابتِ حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا۔ یہ درست ہے کہ تدوین حدیث کی یہ ساری کوششیں ذاتی نوعیت کی اور غیر مرتب طریقے پر تھیں عام طور سے کتابی شکل میں احادیث جمع کرنے کا اہتمام نہیں تھا یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد اور تعلیم و تبلیغ کے لیے مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے اور کچھ شہید بھی ہو گئے پھر جب تابعین کا دور آیا اور مختلف باطل فرقوں نے سر اٹھایا اور اغراضِ فاسدہ اور عقائد باطلہ کی اشاعت کے لیے حدیثیں گھڑنا شروع کیا تو اللہ رب العزت کی طرف سے امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دل میں جمعِ احادیث کا جذبہ پیدا ہوا اور اپنے زیرِ اثر تمام علاقوں میں تدوینِ حدیث کا حکم دیا۔

پھر حضرات محدثین نے اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا، جرح و تعدیل کے قواعد مقرر کیے اور احادیث کی چھان بین کا وہ کارنامہ انجام دیا جس کی مثال نہیں مل سکتی احادیث وضع کرنے والوں کی فہرستیں تیار کی گئیں اور صحیح روایات کے راویوں کو مستقل علیحدہ جمع کیا اور ایک ایک راوی کا حال مفصل لکھا حتیٰ کہ کہ یہود و نصاریٰ اور مستشرقین ایک بڑی تعداد میں اس کا اقرار کرتے ہیں کہ اہلِ اسلام نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات کو جس صداقت و دیانت اور تفصیل کے ساتھ جمع کیا ہے وہ ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہ اسلام سے پہلے موجود تھی اور نہ اسلام کے بعد آج تک موجود ہے۔

ایک ایک حدیث کی سند کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا گیا۔ تاریخ کا علم جس پر منکرین حدیث کو ناز ہے اس میں واقعات بلا سند ذکر کیے جاتے ہیں اور نقل کرنے والوں میں سچے، جھوٹے، فساق و فجار بلکہ ایمان سے محروم ہر طرح کے بے شمار لوگ ہوتے ہیں۔ انتہائی حیرت اور کتنا تعجب ہے کہ عقل و خرد کے دشمن منکرین حدیث تاریخ کو معتبر سمجھتے ہیں اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معتبر۔ فیا اسفیٰ

اللہ رب العزت سے یہی دعا ہے کہ ہدایت سے نوازے اور اپنی عظمت اور محبت نصیب فرمائے۔ (آمین)

(پہلی قسط)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت ایک خلیفۂ راشد

مولانا ابوریحان سیالکوٹی

کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد تو در کنار نرے خلیفہ بھی نہ تھے بلکہ مَلِک یعنی بادشاہ تھے۔ اسی طرح ان کی حکومت بھی خلافت راشدہ تو رہی ایک طرف نری خلافت بھی نہ تھی بلکہ ملوکیت یعنی بادشاہت تھی۔ چنانچہ مؤرخِ اسلام شاہ معین الدین ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

> ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ خلیفہ راشد تھے اور نہ ان کی حکومت، خلافت راشدہ یعنی اسلامی حکومت کا صحیح نمونہ تھی بلکہ وہ ایک دنیاوی حکمران تھے اور ان کی حکومت دنیاوی بادشاہت تھی''۔ (تاریخ اسلام، ص ۳۴، ج ۲)

حالانکہ خلیفہ وخلافت کے جس قانون قاعدے اور اصول ضابطے سے ان سے پہلے حضرات خلفاء، خلفاء راشدین اور ان کی حکومتیں راشدہ خلافتیں بنی تھیں بعینہٖ اسی قانون قاعدے اور اصول ضابطے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خلیفۂ راشد اور ان کی حکومت، خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہے۔ جس کا مختصر بیان حسب ذیل ہے۔

اہل سنت علماءِ عقائد وکلام بالخصوص امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے خلیفۂ راشد کی استحقاقی شرائط اور اس کے منصبی فرائض بڑی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ اور جو حکمران وحکومت ان پر پورے اترے ہوں ان کو انھوں نے خلیفۂ راشد اور خلافتِ راشدہ ہی کہا اور مانا ہے۔ تو ملاحظہ ہو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلیفۂ راشد ہونا، پہلے تو انہی حوالوں سے اور پھر کچھ اور حوالوں سے بھی۔

بحوالۂ شرائطِ خلیفۂ راشد:

امام ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے کسی شخص کے مستحقِ خلافت ہونے کی درج ذیل شرطیں لکھیں ہیں۔

(۱) مسلمان ہو، کافر نہ ہو

(۲) عاقل ہو، مجنون وبے وقوف نہ ہو

(۳) بالغ ہو، نابالغ نہ ہو

(۴) مرد ہو، عورت نہ ہو

(۵) حر یعنی آزاد ہو، غلام نہ ہو

(۶) متکلم، سمیع اور بصیر ہو، گونگا، بہرا اور اندھا نہ ہو۔

(۷) شجاع یعنی بہادر وہوشیار ہو اور صاحبِ رائے ہو، (بزدل) آرام طلب اور ناتجربہ کار نہ ہو۔

(۸) عادل اور صاحبِ مروت ہو، یعنی کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو، صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والا، نیز وارستہ مزاج یعنی آزاد طبع اور بے پراوہ نہ ہو۔

(۹) مجتہد ہو، (اور بقول شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں مجتہد ہونے کے لیے صرف علمِ قرآن اور حفظِ حدیث کافی تھا۔) (ازالۃ الخفا مترجم، صفحہ۲۲، جلد۱)

(۱۰) پدری نسب سے قریشی ہو۔ (دیکھو ازالۃ الخفاء، مترجم از صفحہ۱۸ تا ۲۲، جلد۱ وصفحہ ۳۳۰، جلد۲)

جس شخص میں یہ شرطیں پائیں جائیں وہ خلافت کا مستحق ہوتا ہے اور جب ایسے کسی شخص کو اربابِ حل وعقد خلیفہ بنائیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کریں تو وہ خلیفۂ راشد ہوتا اور کہلاتا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ ہی استحقاقِ خلافت کی مذکورہ شرطوں کی تفصیل دے کر تصریح فرماتے ہیں کہ:

''الحاصل جب یہ شرطیں کسی شخص میں پائی جائیں تو وہ مستحق خلافت سمجھا جائے گا اور اگر اس کو (اہل حل وعقد) خلیفہ بنائیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کریں تو وہ خلیفۂ راشد ہوگا۔'' (ازالۃ الخفاء، مترجم صفحہ۲۳ جلد۱)

حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے خلیفۂ راشد ہونے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں استحقاقِ خلافت کی مذکورہ تمام شرطیں پائی جائیں اور دوسری یہ کہ اہلِ حل وعقد اس کو خلیفہ بنائیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

کسی شخص کے خلیفۂ راشد ہونے نہ ہونے کا پہلے بھی یہی معیار اور یہی قاعدہ تھا اور اب بھی یہی ہے اور آئندہ بھی یہی رہے گا۔ اس کے علاوہ کوئی اور خاص قاعدہ وقانون کسی کے خلیفۂ راشد ہونے نہ ہونے کے لیے سُنّی مسلک میں نہ پہلے کبھی ضروری قرار دیا گیا ہے اور نہ آئندہ ہی اس کو ضروری قرار دیا جاسکتا ہے۔ آج تک جو کوئی خلیفۂ راشد ہوا ہے یا آئندہ ہو گا اسی قاعدے قانون کے تحت ہی ہوا ہے اور ہوگا۔ حتیٰ کہ پہلے چاروں خلفاء راشدین مہدیین (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی اپنے اپنے دور میں جو خلیفہ ہوئے تھے تو اسی قاعدے قانون کے تحت ہی ہوئے تھے یعنی ان میں خلافتِ راشدہ کے استحقاق کی تمام شرطیں بھی پائی گئیں تھیں اور اہلِ حل وعقد نے ان کو خلیفہ بھی بنایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی۔ یہی دونوں چیزیں خارج میں ان حضراتِ اربعہؓ کے خلفاءِ راشدین ہونے کے لیے کافی سمجھی گئی تھیں ان کے علاوہ کوئی اور خاص چیز یا کوئی شرط ان کے لیے بھی ضروری قرار نہ دی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جن مہاجرین اولین کے بارے میں آیت استخلاف اور آیت تمکین نازل ہوئی تھیں۔ ان میں سے حضراتِ خلفاء اربعہؓ کے علاوہ اور کوئی بھی خلیفہ نہ ہوا اور نہ مانا گیا، کیونکہ ان چار حضرات کے علاوہ اوروں میں یہ دونوں چیزیں اکٹھی نہ پائی گئی تھیں۔ خلافت کے مستحق توبنصِ قرآنی وہ سب حضرات بھی بے شک تھے مگر اہلِ حل وعقد نے ان چار کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ نہ بنایا تھا اور کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ...... جن کو ساری دنیاءِ سنیت بالاتفاق خلیفۂ راشد جانتی اور مانتی ہے...... وہ بھی انھیں دو باتوں کی بنیاد پر ہی خلیفۂ راشد ہوئے تھے۔ حتی کہ اس امت کے آخری خلیفہ...... حضرت مہدی رحمہ اللہ کی خلافت کا تحقق بھی انہیں دو چیزوں کے پائے جانے پر ہی ہوگا۔ (ملاحظہ ہو ازالۃ الخفاء مترجم، صفحہ ۲۶ تا ۲۸، جلد۱)

لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ راشد ہونے نہ ہونے کا دارومدار بھی انہیں دو چیزوں پر ہوگا۔ ان کے علاوہ کسی اور خاص چیز یا کسی خاص شرط کی ضرورت ہرگز ہرگز نہ ہوگی۔ ان سے پہلے خلفاء راشدین کی طرح اگر ان میں بھی یہ دنوں چیزیں پائی گئی ہوں تو پھر بعد کی ساری دنیا کے انکار کے باوجود بھی یقیناً وہ خلیفۂ راشد ہوں گے۔ اور اگر یہ دونوں چیزیں ان میں نہ پائی گئی ہوں تو پھر ساری دنیا کے ان کو ہزاروں مرتبہ خلیفۂ راشد کہنے اور ماننے کے باوجود بھی وہ ہرگز ہرگز خلیفۂ راشد نہ ہوں گے۔

اس اعتبار سے جب دیکھا جاتا ہے تو اس میں ایک ذرہ بھر بھی کوئی شک نہیں رہتا کہ ان میں یہ دنوں چیزیں علی وجہ الاتم پائی گئی تھیں۔ چنانچہ کوئی سُنّی مسلمان اس سے انکار نہیں کرتا اور نہ بقائمی ہوش وحواس کر ہی سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں استحقاقِ خلافت کی تمام شرطیں موجود تھیں، وہ مسلمان بھی تھے اور عاقل و بالغ بھی، مرد بھی تھے اور حر بھی، متکلم وسمیع بھی تھے اور بصیر بھی، شجاع بھی تھے اور عادل بھی، مجتہد بھی تھے اور قریشی بھی، اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ استحقاقِ خلافت کے بعد اس دور کے تمام اہلِ حل وعقد نے ...... جو صحابہ علیہم الرضوان تھے یا کبار تابعینؒ ...... ان کو بالاتفاق خلیفہ بنایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

جب ان میں وہ دونوں چیزیں پائی گئیں جن کے پائے جانے سے کوئی شخص، خلیفۂ راشد ہوا کرتا ہے تو وہ بھی یقیناً اور یقیناً، خلیفۂ راشد ہی ہوئے۔ اگرچہ کسی کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گذرے۔

بحوالۂ فرائضِ خلیفۂ راشد:

اور اب آیئے، خلیفۂ راشد کے فرائضِ منصبی کی طرف

حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے خلیفۂ راشد کے وہ فرائض بھی ایک مستقل عنوان کے تحت بیان فرمائے ہیں چنانچہ عنوان قائم کیا ہے۔:

''مسئلہ (پنجم) ان امور کا بیان جو خلیفہ پر واجب ہیں از قسم اجراء مصالح اہلِ اسلام۔'' پھر وہ امور بالتفصیل بیان فرماتے ہیں جو ایک نظر میں حسب ذیل ہیں۔

(۱) دین محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کو اسی طرح محفوظ رکھنا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مستفیضہ سے ثابت ہوا اور سلفِ صالحین کا اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہو۔

(۲) ارکان اسلام یعنی جمعہ، جماعت، زکوٰۃ، حج اور صوم کا قائم کرنا، اپنے مقام پر بذاتِ خود اور مقاماتِ بعیدہ میں اپنے نائبین کے ذریعہ۔

(۳) جس قدر ہو سکے بذاتِ خود علومِ دینیہ کو زندہ رکھنا اور ہر شہر میں مدرّسین ومعلّمین مقرر کرنا۔

(۴) عہدۂ قضاء کے فرائض انجام دینا اور قاضیوں، مفتیوں کو مقرر کرنا۔

(۵) بلادِ اسلامیہ کو، کافروں، رہزنوں، اور غاصبوں سے محفوظ رکھنا اور دارالاسلام کی سرحدوں کو فوجوں اور آلاتِ جنگ سے معمور رکھنا، دشمنانِ خدا سے جہاد کرنا اور لشکروں کی ترتیب، مجاہدوں کے وظائف، مالِ غنیمت کی تقسیم، قاضیوں، مفتیوں، معلموں، واعظوں، اور مساجد کے اماموں کے مشاہرے نیز جزیہ وخراج کی وصولی جیسے اس کے تمام متعلقات کو بحسن وخوبی انجام دینا۔

(۶) کاروبار میں سچے، امانت داروں اور خیر خواہوں کو نائب بنانا۔

(۷) رعایا، امراءِ شہر، حکام، اور افواج کے حالات کی خبر گیری رکھنا تاکہ ظلم اور خیانت نہ ہونے پائے۔

(۸) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔

(۹) حدود اللہ کو جاری کرنا۔

(۱۰) مسلمانوں کے کام، کافروں کے سپرد کسی صورت نہ کرنا۔ (دیکھو ازالۃ الخفاء مترجم از صفحہ ۲۸ تا ۳۰، نیز صفحہ ۱۳ جلد ا، نیز صفحہ ۳۳۰ جلد ۲)

جو حکمران خلیفۂ راشد کے یہ تمام منصبی فرائض ادا کرے وہ خلیفہ راشد ہوتا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ ہی ناقل ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات طلحہ، زبیر، کعب اور سلمان رضی اللہ عنہم اجمعین سے خلیفہ اور مَلِک (یعنی بادشاہ) میں فرق سے متعلق سوال کیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

''خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرے اور ان کے درمیان برابر تقسیم کرے اور لوگوں پر ایسی شفقت کرے جیسے کوئی اپنے گھر والوں پر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے۔'' (ازالۃ الخفاء مترجم، صفحہ ۲۲۲ جلد ۲)

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

واللہ! میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔ ایک کہنے والے نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان دونوں میں فرق ہے۔ فرمایا! کیا ہے؟ اس نے کہا: خلیفہ نہیں لیتا بجز حق کے اور خرچ بھی صرف حق کے موقع میں کرتا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ آپ ایسے ہی ہیں، اور بادشاہ، لوگوں پر ظلم کرتا ہے، اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔ تو (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ چپ ہو گئے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۲۳ جلد ۲)

یہاں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور ایک کہنے والے نے خلیفۂ راشد کے فرائض میں سے بطور مثال چند فرائض کا ذکر کیا ہے، مراد تمام ہی فرائض ہیں۔

واضح رہے کہ خلیفۂ راشد کے یہ منصبی فرائض بعینہٖ خلافتِ راشدہ کے مقاصد یا کہہ لیجیے کہ اسلامی حکومت کی دستوری دفعات بھی ہیں۔ لہٰذا ان کو بجالانے والا حکمران جب خلیفۂ راشد کہلاتا ہے ایسے ہی جس حکومت میں یہ انجام پائیں وہ خلافتِ راشدہ کہلاتی ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ ہی رقم طراز ہیں:

''جب ہم خلافت کو وصفِ راشدہ کے ساتھ مقید کریں گے (یعنی خلافتِ راشدہ کہیں گے) تو اس کے معنی ہوں گے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ان کاموں میں جو بر بناءِ وصفِ پیغمبری، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم انجام دیتے تھے یعنی اقامتِ دین اور دشمنانِ خدا کے ساتھ جہاد اور حدود اللہ کا جاری کرنا اور علوم دینیہ کا احیاء اور ارکانِ اسلام (یعنی نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ) کا قائم کرنا اور قضاء وافتاء کا قائم کرنا اور جو امور اس ذیل میں آتے ہیں ان کی انجام دہی ایسے احسن طور پر کہ گناہ سے محفوظ رہتے ہوئے اس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں۔'' (ازالۃ الخفاء مترجم صفحہ ۳۳۰ جلد ۲)

دیکھ لیجیے یہ تمام کام وہی ہیں جو اوپر، خلیفۂ راشد کے فرائض کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی خلافت کا معنی یوں نقل کیا ہے۔

''اور معاویہ سے مروی ہے کہ وہ منبر پر بیٹھ کر کہا کرتے تھے، اے لوگو! خلافت مال جمع کرنے اور خرچ کرنے کا نام نہیں ہے لیکن خلافت ہے حق پر عمل کرنا اور انصاف کے ساتھ حکم کرنا اور اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں سے لینا۔''

(ازالۃ الخفاء مترجم صفحہ ۲۲۳ جلد ۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی حکومت اس معیار پر بھی پورے اترتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے خلیفۂ راشد

کے یہ تمام منصبی فرائض اپنی چھیاسٹھ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی وسیع وعریض مملکت میں بکمال وتمام انجام دیے تھے۔اس کی مکمل تفصیل کے لیے تو ایک دفتر چاہیے۔میں نے اسی موضوع پر اپنے مفصل مضمون میں بالترتیب ہر ہر فرض کی انجام دہی کی بطورِ نمونہ، چند مثالیں ذکر کی ہیں لیکن یہ مختصر مضمون ان مثالوں کا بھی متحمل نہیں ہے۔اس لیے یہاں ان کی حکومت سے متعلق اہلِ نظر کے بعض مجموعی اظہار واعتراف نقل کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ ان کے دورِ حکومت پر مجموعی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الجهاد فی بلاد العدوّ قائم وکلمة الله عالية والغنائم ترد اليد من اطراف الارض والمسلمون معه في راحة وعدل وصفح وعفو '' (البداية صفحه ۱۱۹ جلد۸)

یعنی ۴۱ ہجری سے لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے سوا انیس سالہ پورے دورِ خلافت میں دشمن کے ملکوں میں جہاد کا سلسلہ برابر قائم رہا۔اللہ کے دین کا (چہار دانگ عالم میں) ڈنکا بجتا رہا۔

غنیمتیں زمین کے گوشوں سے آپ کے آتی رہیں۔اور آپ کی ہمراہی یعنی آپ کے دورِ حکومت میں عدل وانصاف اور عفو ودرگذر کے سایہ میں امن وراحت کی زندگی بسر کرتے رہے۔

پھر ان غنیمتوں اور بیت المال کی دیگر آمدنیوں سے تمام ملکی مصارف پورے کیے جاتے تھے۔مملکت اسلامیہ کی معاشی وصنعتی ہر طرح کی ترقی انہیں آمدنیوں سے وابستہ تھی۔فوجی اخراجات، والیوں اور گورنروں کے مشاہرات، قاضیوں، مفتیوں، معلموں، اور مؤذنوں کی تنخواہیں بھی اسی قومی خزانہ عامرہ سے ادا کی جاتی تھیں۔صرف ایک دمشق کے بیت المال کی جو تفصیل مؤرخین نے دی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ بالا تمام اخراجات کے بعد بھی بیت المال میں چار چار لاکھ دینار بچ جایا کرتے تھے۔حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ یہ تفصیل دے کر لکھتے ہیں:

''وهذا يدل على كثرة دخلها وعظيم البركة في مستغلها ''

(یہ صورتِ حال، آمدنی کی کثرت اور غلے میں بہت زیادہ برکت پر دلالت کرتی ہے۔) (بحوالۂ سیرۃ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ از مولانا نافع، صفحہ ۴۰۰ جلد ۱)

یہی حال عراق اور مصر وغیرہ کے اسلامی بیت المالوں کا بھی تھا۔

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے یہی شان وشوکت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ گورنری کی بھی بیان کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

''ولم تزل الفتوحات والجهاد قائما على ساقه في ايامه في بلاد الروم والفرنج وغيرها''

(ان کے پورے دورِ گورنری میں، رومیوں، فرنگیوں اور ان کے علاوہ دیگر کافر ملکوں میں برابر فتوحات ہوتی رہیں اور جہاد اپنی پوری آن بان کے ساتھ قائم رہا۔) (البدایہ والنہایہ، صفحہ ۱۱۸ جلد ۸)

ہمارے دور کے بہت بڑے محقق عالم حضرت مولانا محمد نافع صاحب۔متعنا اللہ بطول حیاتہ المبارکہ

حافظ ابنِ عساکر رحمہ اللہ سے ناقل ہیں کہ:

''ففتح الله به الفتوح ويغزو الروم ويقسم الفئى والغنيمة ويقيم حدود الله، والله لايضيع اجر